مشرکین کا ایک بازو جاتا رہا۔ اب تک اسلام چاروں طرف سے نرغہ کی حالت میں تھا اس بنا پر بہ جز عقائد اور ضروری عبادت کے شریعت کے اور احکام کی تاسیس وتعلیم کا موقع نہ تھا۔ (ایضاً) خیبر کی فتح سے ادھر تو یہود کی فتنہ انگیزیوں سے نجات ملی ادھر حدیبیہ کی صلح سے مشرکین کی طرف سے فی الجملہ اطمینان حاصل ہو، اس بنا پر اب مسلمان جدید فقہی احکام کی تعمیل کے قابل ہو چکے تھے۔ (مزید تفصیل آگے ملاحظہ ہو۔ شبلی: ۶۴ ۔ ۳۶۳)

۱۴۵۔ بلاذری: ص ۴۲۔

۱۴۶۔ ملاحظہ ہو: ابن ہشام۔ ج ۳ ص ۲۸۹ و ما بعد اسلام عمرو بن العاص وخالد بن الولید

۱۴۷۔ تاریخ وسیر کے تقریباً تمام مآخذ میں عمرۃ القضاء کی مندرجہ تفصیلات تقریباً یکساں ہیں، مثلاً ذی قعدہ ۷ھ میں بہ قصد عمرہ مدینہ سے روانگی۔ شرائط صلح حدیبیہ کے مطابق۔ اگرچہ تلواروں کے علاوہ دوسرا اسلحہ لے جانے کی ممانعت تھی لیکن قریش مکہ کی بدعہدی/ غداری کے امکان کے پیش نظر زرہیں خود نیزے وغیرہ دوسرا اسلحہ بھی ساتھ لے لیا تھا۔ اور ۱۰۰ سواروں کا ایک دستہ حضرت حضرت محمد بن مسلمہؓ کی سرکردگی میں پہلے روانہ کیا جا چکا تھا۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قصوا پر رونق افروز تھے اور ۲ ہزار اہل ایمان معتمرین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مرالظہر ان پہنچ کر تمام اسلحہ جات اور ۲ سو آدمیوں کو اوس بن خونی کی نگرانی میں وہاں چھوڑا گیا۔ قریش کو اطلاع ہوئی تو مکرز بن حفص اور دیگر کو تفتیش حال کے لئے بھیجا گیا تو انہیں اطمینان ہو گیا کہ حرم میں مسلمانوں کا داخلہ بغیر اسلحے کے ہوگا۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ قریش سواروں اور اسلحہ کو دیکھ کر کافی ڈر گئے تھے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان حرم پہنچے تو قریش اپنے گھروں سے نکل کر پہاڑوں (الی روس الجبال) کی چوٹیوں پر چلے گئے اور مکہ خالی کر دیا۔ چناں چہ وہ دور (جبل قعیقعان) سے طواف وغیرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو دیکھتے رہے۔ کچھ دارالندوہ سے آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو مراسم عمرہ ادا کرتے ہوئے دیکھتے رہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ مسلمان دوران طواف شروع کے تین چکروں میں اکڑ کر چلیں (رمل کریں) تاکہ قریش کی یہ غلط فہمی رفع ہو سکے کہ مسلمان مدینہ جا کر کمزور ہو گئے ہیں۔ بہ ہر حال عمرہ، قربانی، نحر، حلق وقصر یعنی ادائیگی عمرہ اور تین دن کے قیام کے بعد آپ ﷺ نے مکے سے مدینے مراجعت فرمائی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے واقدی: ج ۲ ص ۱۸۵ تا ۱۹۲ ملخصاً)

۱۴۸۔ سیدنا رسول عربی کے مولف محمد اجمل خاں صاحب نے صلح حدیبیہ کو اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ معاہدۂ صلح یعنی التوائے جنگ دس سال کے لئے کیا گیا تھا۔ وہ ہر جگہ صلح حدیبیہ کو ''التوائے جنگ'' کا متبادل سمجھتے ہیں۔ دیکھئے مثلاً: ص ۵۲۸ تا ص ۵۳۰

۱۴۹۔ شبلی: ج ا ص ۲۷۔ ۴۷۱۔ ابن ہشام نے ''ذکر الاسباب الموجبۃ المسیر الی مکۃ کے تحت بڑی تفصیل سے اسباب روانگی مکہ وفتح مکہ کو بیان کیا ہے۔ ہم طوالت سے بچنے کے لئے مولانا شبلی کا سہارا لیا ہے۔ دیکھئے۔ ج ۴ ص ۳۱ تا ۶۹

۱۵۰۔ شبلی ایضاً: ص ۴۷۲

۱۵۱۔ ابن ہشام: ج ۴، ص ۳۷

۱۵۲۔ ایضاً: ص ۴۲

۱۵۳۔ ایضاً

۱۵۴۔ شبلی: ج ۱، ص ۴۷

۱۵۵۔ ابن ہشام: ج ۴، ص ۴۷

۱۵۶۔ ایضاً: ص ۴۶

۱۵۷۔ ایضاً

۱۵۸۔ ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۵۔ واقدی نے قائدین لشکر اسلامی اوران کے ماتحت تفصیل قبیلہ وتعداد صحابہ اور کل شمار کی تفصیل دی ہے۔ ملاحظہ ہو: ج ۲، ص ۵۸۔۲۵۴۔

۱۵۹۔ روایت کے مطابق حضرت سعد بن عبادہؓ جب رایت نبوی ﷺ کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے بآواز بلند ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے نعرہ بلند کیا تھا اور اس کی شکایت ابوسفیان نے آپ ﷺ سے کی تھی۔ دیکھئے واقدی: ج ۲، ص ۲۵۶

۱۶۰۔ ابن ہشام: ج ۴، ص ۵۰

۱۶۱۔ بلاذری: ص ۳۰

۱۶۲۔ دیکھئے۔ ابن سعد: ج ۲، ص ۳۶

۱۶۳۔ ابن ہشام: ج ۴، ص ۵۵۔۵۴

فصاحت وبلاغت اور خطابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک جامع مطالعہ

خطابت نبوی ﷺ

سید عزیز الرحمٰن

تقدیم — مولانا سلیم اللہ خاں مدظلہ

تعارف — ڈاکٹر سید سلمان ندوی

صفحات: ۲۸۰

قیمت: ۲۴۰ روپے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴۔ کراچی۔ فون: 021-36684790

مقاصد نبوت اور مقاصد شریعہ

ایک مطالعہ

ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی

Abstract

The Raison d'ētre of Prophecy and Islamic Law

The purpose of Prophet-hood and Sharī'ah have hold a fundamental status in the understanding of Islam. The purpose of prophet-hood has been clearly mentioned in the Holy Qur'ān. Tazkiat al-Nafs (Purification of Soul) is an important part of these purposes. Without adherence to it, the compliance to the injunctions of Shari'ah are completed.

The raison d'ētre of Prophecy explains the purpose and philosophy of Allah and His Prophet that: there should be a strong relation between the Lord and His Slave (Man); and that the Man in the capacity of His Vicegerent (Khalīfah) should perform well in worldly affairs.

The purpose of Prophecy and Islamic Law has been briefly discussed in this article in order to understand the relation of the two in understanding Islam as a code of life.

قرآن کریم نے مقاصد نبوت کو سورہ آل عمران میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (۱)

اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے

ہیں۔ اور پہلے تو یہ لوگ صریح گم راہی میں تھے۔

اس آیت مبارکہ میں جو مقاصد ذکر کئے گئے ہیں وہ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں جو انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت ایک عالم گیر رسول کی بعثت کے لئے کی تھی، اس دعا میں انہوں نے ان مقاصد کو اس ترتیب سے ذکر کیا تھا۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ O (۲)

اے پروردگار! ان میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرما، جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے۔ اور کتاب اور حکمت (دانائی) سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تو غالب (اور) صاحب حکمت ہے۔

اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیان کردہ مقاصد کی ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے آیاتِ الٰہی کی تلاوت کو بیان کیا، اس کے بعد تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کو اور آخر میں تزکیہ نفس کو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیان کردہ ترتیب کو اس طرح بدل دیا کہ تزکیہ نفس کو تعلیم کتاب وحکمت پر مقدم کر دیا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ تعلیم کتاب وحکمت سے پہلے تطہیر قلب اور تزکیہ نفس ضروری ہے، تاکہ قلوب میں کلام الٰہی کے تحمل اور ادراک کی بہتر صلاحیت پیدا ہو، اور قرآن کریم کے لطائف اور اشارات ودلائت کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

قلب کو تعلیمات نبوی میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اخلاص توکل، تقویٰ، شکر، صبر اور عاجزی وانکساری وہ اخلاقی اوصاف ہیں جن سے قلوب میں روشنی پیدا ہوتی ہے، جن کی وجہ سے انسان اعمال صالحہ کی طرف ذوق وشوق کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بغض، حسد، کینہ، نفاق اور کبر وغیرہ وہ قلبی امراض ہیں جن سے قلوب میں تاریکی پیدا ہوتی ہے اور ان رذائل کا حامل بداعمالیوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلب کی اہمیت کو اس طرح بیان فرمایا:

الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله، الا وهی القلب (۳)

یاد رکھو یقیناً جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، اگر وہ صحیح ہو تو تمام جسم صحت مند رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسمانی نظام بگڑ جاتا ہے۔ سن لو گوشت کا وہ لوتھڑا قلب ہے۔

یہ اور اس مفہوم کی دیگر بہت سی روایات قلب کی مرکزیت اور اصلاح اعمال میں اس کے کردار کو واضح کر رہی ہیں، اس لیے مقاصد نبوت میں تزکیہ نفس کو دیگر امور پر ترجیح دی گئی ہے۔

ہمارے فقہا نے ترجیح کا اصول قرآن حکیم کی ایسی ہی آیات سے اخذ کیا ہوگا۔ اصول ترجیح کا مطلب یہ ہے کہ اگر بہ یک وقت کئی امور درپیش ہوں لیکن ان سب کو بہ یک وقت انجام دینا ممکن نہ ہو یا وسائل کی تنگی کی وجہ سے تمام امور ایک وقت میں جاری و نافذ کرنا مشکل ہوں تو یہاں ترجیح کا اصول لاگو ہوگا۔ ترجیحات کو طے کرتے ہوئے الأهم فالأهم کے قاعدے پر عمل کرتے ہوئے زیادہ اہمیت کے حامل معاملے کو مقدم رکھا جاتا ہے۔ ترجیحات کو طے کرتے ہوئے احوال وظروف کا خیال بھی رکھا جاتا ہے، زمانے اور ماحول سے بغیر کسی معقول وجہ کے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ عام حالات میں فیصلوں کی جو ترتیب پیش نظر ہوتی ہے، ہنگامی حالات کی صورت میں اس کی ترتیب مختلف ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ترجیحات پر عمل درآمد کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ ہجرتِ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر مسجد کو پہلی ترجیح دی، اس لئے کہ مساجد کی تعمیر میں اسلامی تہذیب کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تعلیم کا اہتمام، مواخاۃ اور میثاقِ مدینہ آپ ﷺ کی ترجیحات میں شامل تھے۔ فقہا کے ہاں تعارضِ ادلہ کی صورت میں ترجیح کے اصول مقرر ہیں، جن کے مطابق فقہا کے ہاں اس پر کثرت سے عمل ہوتا ہے۔

تزکیہ نفس کو، جو مقاصد نبوت میں ایک اعلیٰ ترین مقصد ہے، فقہا نے ''تحفظ دین'' کی ایک جامع اصطلاح میں سمو دیا ہے۔ عملی زندگی میں دین کو جاری و نافذ کرنے اور اپنے رویہ، مزاج اور طبیعت کو دین کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے تزکیہ، احسان وسلوک دین کا لازمی حصہ ہے۔ تحفظ دین کے اصول کے تحت، ایمانیات، اخلاقیات اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے متعلق قرآن وسنت کے جملہ احکام اور ہدایات شامل ہیں، ان سب کا تحفظ ہی دین کا تحفظ ہے۔ شریعت کے مقاصد میں دین کا تحفظ سرفہرست ہے۔

مقصد نبوت میں ایک اہم فریضہ کتاب اللہ کی تعلیم ہے۔ کتاب اللہ علوم الٰہیہ کا بحر بے کراں ہے، اس میں وہ علوم بھی ہیں جو انسانی فکر کی نہ صرف اصلاح کرتے ہیں، بل کہ انسانی فکر میں استحکام بھی پیدا کرتے ہیں۔ وہ علوم بھی ہیں جن سے انسانی رویوں کی اصلاح ہوتی ہے، ان میں حسن وکمال پیدا ہوتا ہے، اور انسان اعلیٰ اخلاقی قدروں کا مالک ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں انسانوں کے مابین باہمی معاملات سے متعلق احکام مسائل بھی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ایک طرف معاشرے میں امن وسلامتی کے قیام کی

ضمانت فراہم کی جاسکتی ہے۔ دوسری طرف معاشرہ مثبت اور تعمیری ارتقا کی راہ پر بھی گام زن ہو جاتا ہے۔ غرض قرآن کریم انسان اور خالق و رب کے مابین تعلق اور باہم انسانوں کے ساتھ تعلق کو اخلاص، تقویٰ اور احسان کی بنیاد پر قائم کر کے باہمی تعلقات کو بہتر بناتا ہے۔

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام انسان کی اس طرح تربیت فرماتے ہیں کہ انسانی شخصیت میں مطلوبہ کمال پیدا ہو جائے، کمال انسانیت کے لیے قرآن حکیم کی سب سے اہم اور بنیادی ترجیح حصول علم ہے، جو ہر فرد پر فرض ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق حصول علم کا عمل بچپن سے شروع ہوتا ہے اور زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہتا ہے، اس لئے کہ علم کے بغیر ہر شعبے میں تاریکی اور توہم پرستی پھیلتی ہے۔ جب کہ دین روشنی پھیلاتا ہے، توہم پرستی سے نکال کر حقائق وصداقت اور ہدایت کی راہ پر گام زن کرتا ہے۔ لہٰذا حصول علم کے دروازے سب کے لیے یک ساں اور ہر وقت کھلے رہنے چاہئیں۔ معاشرے کے ذمے دار اور اہل حل وعقد کی یہ ذمے داری ہے کہ وہ حصول علم کو سب لوگوں کے لیے یقینی بنائیں، ایسے وسائل پیدا کریں کہ لوگ نہ صرف یہ کہ علوم وفنون کو سیکھیں، بل کہ نئے نئے علوم وفنون کو دریافت بھی کریں۔ دریافت اور جستجو کا باب بھی کبھی بند نہیں ہوتا۔ علم کے بغیر نہ عقائد درست ہو سکتے ہیں نہ اخلاقی روایات اور اصولوں کو سمجھا جاسکتا ہے، عملی زندگی کے لیے احکام ومسائل اور قانون ودستور کا علم بھی ضروری ہے۔ غرض قرآن کریم میں ان تمام باتوں کی تعلیم دی گئی ہے جو فکری استحکام، اعلیٰ اخلاقی اقدار اور صالح عملی زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ فقہا نے مقاصد شریعہ میں جو تحفظ عقل کی بات کی ہے اس کا مقصد صرف منکرات ومنشیات ہی کی روک تھام نہیں، بل کہ یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں کو فکری ارتقا Intellectual development کے مواقع اور وسائل مہیا ہوں، تاکہ وہ علم کی روشنی میں مسلسل کمال کی طرف بڑھتے رہیں۔

عملی زندگی میں اس بات کا امکان رہتا ہے کہ انسان اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کر بیٹھے، جس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کے حقوق متاثر ہوتے ہیں، لوگوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے فقہا نے مقاصد شریعہ میں جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کو لازمی قرار دیا ہے، تاکہ کوئی کسی دوسرے فرد کی جان کے درپے نہ ہو، نہ اس کے مال میں دست درازی کرے، نہ ہی کسی کی عزت وآبرو کو پامال کرنے کی کوشش کرے۔

فقہا نے مقاصدِ شریعت کو تین درجوں میں تقسیم کیا ہے، ان میں سرفہرست مقاصد ضروریہ Essentials ہیں جن کے حصول اور تحفظ کے لیے شریعہ قانون سازی کرتی ہے، چناں چہ انسانی جان کے تحفظ کے لئے قانون قصاص ودیت، مال وغیرہ کے تحفظ کے لے سرقے کا قانون اور عزت وآبرو کے

تحفظ کے لئے قذف کے قانون پر پوری قوت کے ساتھ مگر عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق عمل درآمد کراتی ہے، تاکہ انسانوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ ہو سکے۔

انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے مشن میں خاندان کے تحفظ کی بڑی اہمیت ہے، اس لئے کہ خاندان معاشرے کا ایک بنیادی ستون ہے، اگر خاندان نیک صالح تعلیم یافتہ، مہذب اور خدا ترس ہو تو معاشرہ بھی اچھا اور صالح ہوگا، اگر خدانہ خواستہ خاندان بے توجہی کا شکار ہو اور برائی میں مبتلا ہو جائے تو اس کے برے اثرات سے معاشرہ بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

خاندان مرد وزن کے درمیان عقد نکاح سے وجود میں آتا ہے۔ اسلام میں جس طرح انسان کی پیدائش کا مقصد متعین ہے اسی طرح اس کے تمام اداروں اور احکام وتعلیمات کے بھی مقاصد واہداف مقرر ہیں، لہٰذا عقد نکاح بھی بے مقصد نہیں، بل کہ با مقصد ہے۔ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین (۴)

جب اللہ تعالیٰ کا بندہ نکاح کرتا ہے تو وہ اپنے آدھے دین کی تکمیل کر لیتا ہے۔

گویا نکاح کا مقصد دین کا تحفظ ہے، اسی بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ

دنیا تو ساری کی ساری متاع ہے، مگر دنیا میں سب سے بہتر متاع نیک وصالح خاتون ہے۔(۵)

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے۔

تنکح المراۃ لاربع، لمالها، ولحسبها، ولجمالها ولدینها، فاختر بذات الدین تربت یداك (۶)

لوگ کسی خاتون سے چار وجوہ کی بنا پر شادی کرتے ہیں، یا تو اس کے مال ودولت کی وجہ سے یا اس کے حسب ونسب کی وجہ سے یا اس کے حسن وجمال کی وجہ سے یا اس کی دین داری کی وجہ سے، لہٰذا تم دین دار خاتون کا انتخاب کرو، تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔

شریعت میں دین کا تحفظ بہت جامع ہے۔ یہ زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے۔ کسی خاتون کے دین دار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے عقائد درست ہوں، عبادات کو نہ صرف سمجھتی ہو، بل کہ ان کی ادائیگی کا اہتمام بھی کرتی ہو۔ معاملات میں احکام شرع کی پابند ہو، مہذب اور با اخلاق ہو، ایسی ہی خاتون بہتر نسل کی پرورش کر سکتی ہے۔

نکاح کا ایک مقصد احصان بھی بیان کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد و زن یا شوہر اور بیوی دونوں اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کریں۔

من کان منکم ذا طول فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج (۷)

تم میں جو شخص صاحب استطاعت ہو وہ نکاح ضرور کرے، اس لئے کہ نکاح نگاہوں کو بھی پاکیزہ رکھتا ہے اور شرم گاہ کی بھی حفاظت کرتا ہے۔

نکاح کا ایک اہم مقصد خاندان کا تسلسل اور نسل کی حفاظت بھی ہے۔ ہر انسان کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ اس کی نسل باقی رہے۔ بقائے نسل کے لیے ازدواج کا ادارہ وجود میں آتا ہے، اس لئے احادیث میں ایسی خاتون سے نکاح کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے جو بچے پیدا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہو۔

اچھے خاندان کو صرف وجود بخشنا ہی مطلوب نہیں، بل کہ اسے مستحکم رکھنا بھی ضروری ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے جا بجا صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، قرآن کریم نے صلہ رحمی کی اہمیت کو اس طرح اجاگر کیا ہے کہ قطع رحمی کو اللہ کے ساتھ کئے گئے عہد و میثاق کو توڑ دینے کے مترادف بیان کیا اور اسے **فساد فی الارض** قرار دیا (۸) احادیث میں ان لوگوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے جو قطع رحمی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

فقہا نے مقاصد الشریعہ میں تحفظ نسل پر بحث کی ہے اور نسب و نسل کے تحفظ کے لئے تفصیلی احکام بیان کیے ہیں، چناں چہ فقہ کی تمام کتابوں میں منگنی سے متعلق احکام، نکاح کی اقسام، شوہر و بیوی کے حقوق و فرائض، مہر، ولایت، کفائت، نان و نفقہ، طلاق، خلع اور وراثت کے بارے میں اصولی فروعی مباحث تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں، جن پر اگر انسان عمل پیرا رہے تو خاندان کے نظم میں دوام بھی پیدا ہوتا ہے اور استحکام بھی، تحفظ نسل کی اس سے بہتر اور کیا صورت ہو سکتی ہے۔

مقاصد النبوہ کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیش نظر یہ مقصد ہوتا ہے کہ عبد و معبود کے درمیان قریبی اور گہرا تعلق قائم ہو۔ نبوت کا مقصد یہ بھی ہے کہ بندۂ مومن میں فکری استحکام کے ساتھ ساتھ مسلسل علمی اور فکری ارتقا کا عمل بھی جاری رہے، تا کہ قلب و ذہن میں وسعت و جستجو کا مادہ پیدا ہو اور دنیا میں بہ حیثیت خلیفہ وہ اپنا مثبت، تعمیری، تخلیقی اور دعوتی کردار ادا کر سکے۔

فقہ اسلامی میں جن مقاصد شریعہ سے بحث کی جاتی ہے، ان کا مقصد بھی یہی ہے کہ لوگوں کو اپنے فرائض کی ادائیگی کا احساس پیدا ہو، اس لئے کہ فرائض کی ادائیگی کا احساس ہی امن و سلامتی کی ضمانت فراہم کر سکتا ہے اور امن و سلامتی کی حالت میں ہی امت مسلمہ اپنا وہ کردار ادا کر سکتی ہے جس کے لئے اس کی بعثت ہوئی۔